معروف کتاب شناس
جناب محمد عالم مختار حق
مرحوم
کچھ یادیں کچھ باتیں
از
محمد راشد شیخ

اگر پاکستان کی علمی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو علم ہو گا کہ جس وقت یہ ملک قائم ہوا یہاں ہر شعبہ کے ماہرین موجود تھے۔یہاں ادیب بھی اعلیٰ پائے کے تھے ،شاعر بھی تھے ،محقق بھی تھے،اہل ہنر بھی تھے اور اسی طرح دیگر شعبوں کے ماہرین۔اسی طرح پاکستان میں بہت سےعلم سے محبت کرنے والے ایسے لوگ بھی تھے جنھوں نے اپنی ذاتی محنت سے بڑی بڑی لائبریریاں قائم کیں۔ان اہل قلم میں لاہور میں ڈاکٹر محمد عبداللہ چغتائی ،ڈاکٹر مولوی محمد شفیع،ڈاکٹر عبادت بریلوی ،پروفیسر وزیر الحسن عابدی کے علاوہ کراچی میں پیر حسام الدین راشدی،جناب خالد اسحاق،مشفق خواجہ اور حیدرآباد میں ڈاکٹر نبی بخش بلوچ کے کتب خانے بطو ر مثال پیش کیے جا سکتے ہیں۔ جیسے جیسے وقت گزرتا گیا یہ ذوق کتب اندوزی بھی کم سے کم ہوتا گیا اور ہماری زندگی میں علم اور کتاب سے زیادہ دوسری چیزوں نے اہمیت حاصل کر لی۔نوبت یہاں تک پہنچی کہ کتابوں سے محبت کرنے والے،ان کو ہر قیمت پر

حاصل کرنے والے،ان سے استفادہ کرنے والے اور دوسروں کو اپنے کتب خانوں سے فیض پہنچانے والے بھی محض چند ایک ہی رہ گئے۔ان چند افراد میں کراچی میں مشفق خواجہ اور لاہور میں جناب محمد عالم مختار حق شامل تھے ۔ لاہور جناب محمد عالم مختار حق مرحوم اس لحاظ سے منفرد تھے کہ انھوں نے نہ صرف ایک نادر اور بے مثل کتب خانہ اپنی ذاتی محنت سے قائم کیا بلکہ جب بھی کسی نے بھی ان سے کسی بھی علمی و تحقیقی معاملہ میں معاونت کی درخواست کی ،کبھی اسے انکار نہیں کیا اور ہر ممکن معاونت کی ۔ان سطو ر کے عاجز راقم کا تعلق محمد عالم مختا ر حق مرحوم سے مسلسل 18سال تک رہا یہاں تک کہ انتقال سے تقریباً سات گھنٹے قبل بھی ان سےمفصل گفتگو ہوئی۔ پیش نظر مضمون میں ہم محمد عالم مختار حق مرحوم سے تعلق کے حوالے سے انھی یادوں کے چراغ جلا نے کی کوشش کی ہے۔

مورخہ 14-3-5 کی شام راقم الحروف حسب معمول دفتر سے گھر کی جانب جارہا تھا کہ شام ساڑھے چھ بجے موبائل فون کی گھنٹی بجی۔ دیکھا تو لاہور سے کال تھی۔ سننے پر علم

ہوا دوسری جانب سے محمد عا لم مختار حق صاحب تھے۔گفتگو میں وہی ان کی شریں گفتاری، وہی شفقت، وہی نرم مزاجی اور گفتگو کا وہی مہذب انداز جو میں گزشتہ 18 برسوں سے سن رہا تھا اور دیکھ رہا تھا۔ محمد عالم صاحب نے فون دراصل اس مقصد سے کیا تھا کہ اسی روز انہیں راقم کی تازہ تالیف ’’ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔ حیات، خدمات، مکتوبات‘‘ کا نسخہ مل چکا تھا اور وہ کتاب کی رسید دے رہے تھےاور حسب عادت شکریہ ادا کر رہے تھے۔ ساتھ ہی حسب معمول راقم کی ناچیز علمی کاوشوں کے لیے تحسین آمیز اور حوصلہ افزا کلمات ادا کر رہے تھے۔ راقم نے جب ان کی صحت کے حوالے سے استفسار کیا تو فرمایا : الحمد للہ پہلے سے اب بہتر ہوں۔ اس کے بعد انہوں نے فون بند کرنے سے قبل وہی جملہ کہا جو ہمیشہ کہتے تھے یعنی ’’اچھا جی۔ فی امان للہ‘‘۔میرے یہ بے جان الفاظ ان کے اس جملے ’’اچھا جی۔فی امان اللہ ‘‘ کی پوری کیفیت بیان نہیں کرسکتے۔یوں سمجھیں کہ اس مختصر جملے میں ان کی ساری محبت،شفقت اور اپنائیت سمٹ کر یکجا ہو جاتی تھی۔

کیا خبر تھی کہ یہ راقم الحروف کی محمد عالم صاحب سے آخری گفتگو ہے۔ کیونکہ اس گفتگو کے تقریباً سات گھنٹے بعد ہی انہوں نے رات تقریباً ایک بجے بڑے سکون اور اطمینان سے داعئ اجل کو لبیک کہا اور اس عارضی دنیا سے ناتا توڑ کر اس جہان میں پہنچ گئے جہاں ہم سب کوایک نہ ایک روز پہنچنا ہے۔انتقال کے وقت ان کی عمر تقریباً ۸۳ برس ہو چکی تھی ۔ اگلے روز ان کی تدفین محلے کی اسی مسجد کے پہلو میں ہوئی جس میں وہ ایک عرصے سے اعزازی طور پر امامت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔ یہ وہی مسجد ہے جس میں ان کی اقتدا میں راقم الحروف کو متعدد مرتبہ نماز پڑھنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مورخہ 2014-3-6 کی صبح جب محمد عالم صاحب کے بڑے صاحب زادے محبوب عالم صاحب نے یہ اطلاع دی کہ گزشتہ رات محمد عالم صاحب انتقال فرما گئے تو یقین نہ آیا کہ ایک روز قبل ہی ان سے مفصل گفتگو ہوئی تھی اور گفتگو سے کہیں یہ اندازہ نہ ہوا کہ ان کی طبیعت ناساز ہے۔لیکن قضا و قدر کے فیصلے ہمارے گمانوں اور اندازوںسے بالا تر ہیں۔ یہاں ہر انسان ایک خاص مدت تک مقیم ہے اور اسے

یہاں سے جانا اسی وقت ہے جو وقت اللہ نے اس
کے مقدر میں پہلے سے لکھ دیا ہے۔

محمد عالم مختار حق صاحب سے راقم الحروف کا اولین تعارف اردو زبان و ادب کے نامور محقق جناب مشفق خواجہ مرحوم کے توسط سے تقریباً 18 برس قبل ہوا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب راقم اپنی تالیف ’’تذکرہ خطاطین‘‘ کے لیے نوادر خطاطی کی جمع آوری میں مصروف تھا۔ اس کتاب کے لیے مشفق خواجہ صاحب نے بھی استاد محمد یوسف دہلوی کی خطاطی کے دو نمونوں کے عکس پیش کیے تھے۔ خطاطی کے ان نمونوں کی اصل خواجہ صاحب کے پاس محفوظ تھیں اور ان کی اجازت سے راقم نے یوسف دہلوی صاحب سے متعلق مذکورہ کتاب کے متعلقہ باب میں انہیں شائع کیا تھا۔ خواجہ صاحب کے انتقال کے بعد آج تک پتہ نہ چلا کہ خطاطی کے یہ اور دیگر خوبصورت نمونے آخر گئے تو کہاں گئے؟ انہی دنوںراقم خواجہ صاحب کے گھر اتوار کی نشست میں بھی عموماً شرکت کرتا تھا۔ ایک روز خواجہ صاحب نے فرمایا کہ کیا آپ محمد عالم مختار حق صاحب سے واقف ہیں جنہوں نے عبدالمجید پرویں رقم کی خطاطی پر

تحقیق کی ہے؟ راقم کے انکار پر خواجہ صاحب نے فرمایا کہ آپ محمد عالم صاحب کو میرے حوالے سے حکیم محمد موسیٰ امرتسری 55۔ ریلوے روڈ لاہور کے پتے پر لکھیں، وہ آپ کو ضرور جواب دیں گے۔ اس کے بعد راقم نے محمد عالم صاحب کو خط لکھا اور دریافت کیا کہ عبدالمجید پرویں رقم کے نوادر خطاطی پر مضمون کہاں چھپا ہے اور اس کا طریقہ حصول کیا ہے؟ چند روز بعد ہی محمد عالم صاحب کا مفصل خط آیا اور ساتھ ہی ان کے مضمون ’’نوادرِ پروین رقم‘‘ کی فوٹو کاپی بھی۔ معلوم ہوا ان کا یہ تحقیقی مضمون ماہنامہ الرشید لاہور بابت اپریل ۱۹۹۵ ء اور جولائی ۱۹۹۶ ء کے شماروں میں اشاعت پذیر ہوا تھا۔ مضمون کو پڑھ کر بے حد خوشی ہوئی کیونکہ ان صفحات میں محمد عالم صاحب نے عبدالمجید پرویںرقم کے نوادر خطاطی پر اس قدر عمدہ تحقیق کی تھی کہ برصغیر پاک و ہند کے کسی خطاط پر ایسا کام نہ ہوا ہو گا۔ عبدالمجید پرویں رقم(۱۹۰۱ء۔۱۹۴۶ء) نے صرف لاہوری طرز نستعلیق کے بانی اور تھے بلکہ وہ علامہ اقبال کی تمام کتابوں کے کاتب بھی تھے اور علامہ اقبال انہیں

لاہور کے تمام کاتبوں پر فوقیت دیتے تھے۔ ’’نوادر پروین رقم‘‘ میں محمد عالم مختار حق صاحب نے عبدالمجید پروین رقم کے نوادر پر اپنی چالیس سالہ تحقیقات کے نتائج بڑی عمدگی سے پیش کیے تھے۔ اس مضمون سے پتہ چلا کہ عبدالمجید پرویں رقم نے کون کون سے قطعات لکھے، کون کون سی رباعیات لکھیں، ان کی کتابت کردہ مکمل کتب کون کون سی ہیں، ان کے قلم معز رقم میں کون کون سی کتابوں اور اخبارات و رسائل کے سرورق موجود ہیں اور ان کی پتھروں پر خطاطی کن کن عمارتوں، مساجد اور مقابر پر محفوظ ہے۔ اس مضمون کے اندر ہی محمد عالم صاحب نے عبدالمجید پرویں رقم کی خطاطی کے کئی خوبصورت نمونے بھی شائع فرمائے تھے۔ ان میں سے کئی راقم نے پہلی مرتبہ دیکھے اور جنہیں دیکھ کر آنکھیں روشن ہو گئیں۔ اس مضمون کے مطالعہ کے بعد راقم نے محمد عالم صاحب کو مفصل خط لکھا جس میں نہ صرف مضمون کی پسندیدگی کا ذکر تھا بلکہ اس حوالے سے چند گزارشات بھی۔جواباً بعد محمد عالم صاحب کا عنایت نامہ موصول ہوا جس میں انہوں نے راقم کے خط کے حوالے سے یہ

حوصلہ افزا کلمات لکھے تھے کہ اس قدر باریک بینی سے اس مضمون کو کسی اور نے نہیں پڑھا ۔ انہی دنوں ایک خط میںراقم نے لکھا کہ عبدالمجید پرویں رقم کے شاگرد اور بزم پرویں رقم کے بانی حاجی محمد اعظم منور رقم سے راقم کی ان کے دفتر میں متعدد ملاقاتیں ہو چکی ہیں اور میرے پاس حاجی صاحب کے چند خطوط بھی محفوظ ہیں۔ اس کے جواب میں محمد عالم صاحب نے یہ خوش کن اطلاع دی کہ حاجی صاحب مرحوم ان کے بڑے بھائی تھے اور مذکورہ خطوط کی فوٹو کاپی انہیں فراہم کروں۔ راقم نے خطوط کی فوٹو کاپی فراہم کر دی۔

کچھ ہی عرصے بعد لاہور جاناہوا تو محمد عالم صاحب سے فون پر گفتگو ہوئی۔ جب میں نے ان سے ملاقات کی خواہش کا اظہار کیا تو فرمایا کہ بند روڈ پر ایک مسجد کے ساتھ سڑک جھگیاں شہاب دین (موجودہ شہاب ٹائون) کی جانب جاتی ہے۔ اس سڑک پر دائیں جانب مسجد آئے گی جہاں کسی سے بھی ان کے بارے میں معلوم کروں تو گھر کا پتا بتا دیا جائے گا۔ راقم چوک یتیم خانہ سے بند روڈ کی مسجد پہنچا جہاں سے جھگیاں شہاب دین کی مسجد تک

ٹانگے میں سفرکیا۔ یہ سفر اس لحاظ سے یادگار رہا کہ بند روڈ سے جھگیاں شہاب دین تک یہ سڑک کچی اور غیر ہموار تھی اس لیے ٹانگہ کبھی ایک طرف جھکتا تو کبھی دوسری طرف۔ دوسری بات یہ نوٹ کی کہ سڑک کے دونوں طرف لکڑی کی کئی دکانیں نظر آئیں جہاں فرنیچر اور لکڑی پر آرائشی کام نظر آیا۔علاقے میں کسی حد تک دیہات کی جھلک بھی نظر آئی۔ جھگیاں شہاب دین کی مسجد سے محمد عالم صاحب کے گھر کا پتا چلا جو نزدیک ہی واقع ہے۔ یہ سادہ اور متوسط طبقے کے افراد کا رہائشی علاقہ ہے جس میں اب یہ تبدیلی آچکی ہے کہ کچی سڑک پکی بن چکی ہے۔ کچھ ہی دیر بعد گیٹ پر ایک باریش، چھریرے بدن کے سفید شلوار قمیص اور جناح کیپ میں ملبوس بزرگ تشریف لائے۔ علیک سلیک کے بعد پتہ چلا کہ آپ ہی محمد عالم مختار حق صاحب ہیں۔ ان سے اولین ملاقات سے اندازہ ہوا کہ وہ ایک محبت اور شفقت کرنے والے بزرگ ہیں جن کے مزاج میں بناوٹ اور تکلف بالکل نہیں بلکہ فطری محبت، اپنائیت، خوش اخلاقی اورمہمان نوازی ان کے مزاج کا حصہ ہے۔ وہ راقم کو اپنے گھر میں

لے گئے جس کے سادے اینٹوں والے صحن سے گزر
کر ہم ان کے کتب خانے میں پہنچے۔ کتب خانے
میں پہنچ کر عجب منظر نظر آیا۔ زمین سے
چھت تک کتابوں سے بھرے کئی ریک جن میں
سلیقے سے کتابین رکھی گئی تھیں۔ اس دوران
راقم نے عبدالمجید پروین رقم مرحوم کی
خطاطی اور ان کے نوادر کے حوالے سے گفتگو
کی۔ محمد عالم صاحب نے بڑی شفقت سے
پرویںرقم کے خطاطی کے کئی ایسے نمونے دکھائے
جو راقم نے پہلی مرتبہ دیکھے۔ محمد عالم
صاحب سے ملاقات کے دوران یہ تاثر ملا کہ نہ
صرف وہ مہمان نوازی کی صفت سے متصف
ہیں بلکہ علمی معاملات اور علمی فیض رسانی
کے حوالے سے وہ بڑے وسیع القلب واقع ہوئے ہیں
۔ آئندہ زندگی میں جیسے جیسے ان سے تعلقات
بڑھے یہ تاثر بھی قوی سے قوی تر ہوتا گیا۔ ابھی
ہم پروین رقم کے نوادر کی زیارت ہی کر رہے
تھے کہ نماز عشاء کا وقت ہو گیا۔ وہ مجھے لے
کر اس مسجد تک گئے جہاں سے میںنے ان کے گھر
کا پتا دریافت کیا تھا۔ میں سمجھا تھاکہ وہ نماز
پڑھیں گے لیکن یہ دیکھ کر خوشگوار حیرت ہوئی
کہ انہوں نے نماز کی امامت کی اور بعد نماز

دوبارہ گھر لے آئے۔ بعد میں پتا چلا کہ اس مسجد میں طویل عرصے سے محمد عالم صاحب اعزازی طور پر امامت کے فرائض انجام دے رہے ہیں اور علمی اور تحقیقی کاموں کے ساتھ ساتھ توشۂ آخرت بھی جمع کر رہے ہیں۔

اس اولین ملاقات کے بعد بیسیوں مرتبہ ان کے گھر جانے، ان سے ملاقاتیں کرنے اور ان کی علمی گفتگو سے مستفید ہونے کے مواقع ملے۔ ہمیشہ ان کا محبت آمیز اور شفقت آمیز رویہ دیکھا۔ کوئی واقعہ ایسا یاد نہیں جب انہوں نے اپنے اس محبت آمیز رویہ میں تبدیلی کی ہو۔ ہر موقع پر وہ بڑی خوش دلی سے استقبال کرتے، محبت سے گھر کے اندر لے جاتے، اپنی لائبریری بڑے شوق سے دکھاتے، اگر نئی کتابیں آئی ہوتیں وہ دکھاتے، اگر راقم کتابوں کے حوالے سے کچھ عرض کرتا تو اسے وہیں نوٹ کر لیتے۔ اگر کسی کتاب یا مضمون کا عکس درکار ہوتا تو بڑی فراخ دلی سے فراہم کرتے۔ اسی طرح خط و کتابت کے دوران اگر کوئی علمی استفسارکیا جاتا تو مفصل جواب لکھتے، اگر ان کی کوئی نئی کتاب شائع ہوتی تو دستخطی نسخہ روانہ فرماتے۔ مختصراً یہ کہ اپنی محبت، شفقت اور عنایات کی

بارشیں برساتے۔ راقم الحروف کا یہ معمول رہا کہ لاہور میں قیام کے دوران کئی مرتبہ ان کی خدمت میں حاضر ہوتا اور کراچی میں ہوتا تو فون پر رابطہ رکھتا۔ اگر لاہور سے کسی کتاب کی ضرورت ہوتی تو ان سے گزارش کرتا اور وہ ہمیشہ فراہم کرتے۔فون پر بھی ان کا وہی محبت اور شفقت آمیز لہجہ ہوتا اور عموماً ایسا ہوتا کہ وہ فون کی ابتدا میں کافی دیر تک محبت آمیز انداز سے پنجابی زبان میں گفتگو کرتے اور اس کے بعد اردو کی باری آتی۔

یوں محمد عالم صاحب سے ملاقاتیں اور روابط جاری تھے کہ مورخہ ۲۱۔فروری ۲۰۰۵ء کو کراچی میں مشفق خواجہ صاحب کا انتقال ہوا۔ اس واقعہ سے پوری دنیا میں خواجہ صاحب کے چاہنے والوں میں سوگواری کی فضا طاری ہوگئی۔اگلے روز راقم جنازے میں شریک تھا۔ محمد عالم صاحب کے خواجہ صاحب سے طویل عرصے تک قریبی تعلقات رہے۔ اور خواجہ صاحب بھی ان کے خلوص اور جذبہء خیر خواہی سے بڑے متاثر تھے ۔خواجہ صاحب کے انتقا ل کے بعد محمد عالم صاحب نے حق دوستی یوں ادا کیا کہ پہلے اپنے نام خواجہ صاحب کے خطوط ’’مشفق نامے

‘‘ کے نام سے شایع کرائے اور اس کے بعد خواجہ صاحب پر لکھے گئے مضامین کو مرتب کر کے ’’مشفق من خواجہ ء من ‘‘ کے نام سے شایع کرایا۔جس روز خواجہ صاحب کی تدفین ہوئی اسی شام محمد عالم صاحب کا لاہور سے فون آیاجو خواجہ صاحب کی وفات پر بہت ملول تھے اور دیر تک ان کی باتیں کرتے رہے اور راقم سے جنازے کی تفصیلات معلوم کرتے رہے۔

محمد عالم صاحب کی مرتبہ مشفق خواجہ کے خطوط کا مجموعہ ’’مشفق نامہ ‘‘ کے درج ذیل چند اقتباسات سے دونو ں بزرگوں کے تعلقات پر روشنی پڑے گی:

’’آپ نے میری حقیر پیشکش کو مسترد فرمادیا ،اس سے افسوس ہوا۔دراصل آپ کے کام کا معاوضہ ادا کرنے کا خیا ل بھی نہیں ہے۔اور نہ ادا کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ یہ سارا کاروبار شوق ہے۔ اور بر بنائے خلوص ہے۔لیکن میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ آپ شاید ’نقوش ‘ کا کام معاوضہ پر کرتے ہیں،اس لیے میں نے یہ بات لکھی۔اور شاید انجمن سے میری جو کتاب کتاب چھپی تھی (اقبال)اُس کے سلسلے میں بھی کچھ اسی طرح

کی بات طے پائی تھی۔یہ جان کر حیرت بھی ہوئی اور خوشی بھی کہ آپ نے نقوش کے کام کا کبھی کوئی معاوضہ نہیں لیا۔عالم صاحب ،آپ جیسے لوگ اس دنیا میں شاید ہی ہوں۔خدا آپ کو ہمیشہ خوش و خرم اور صحت مند رکھے اور آپ اسی طرح دوستوں کی خدمت کرتے رہیں۔‘‘(مکتوب مشفق خواجہ بنام محمد عالم مختار حق بلا تاریخ، دیکھیے مشفق نامہ ص۹۹)

ددلاہور میں آپ نے فرمایا تھا کہ ’’ اردو قواعد ‘‘ کا ٹائٹل بہت خراب ہے۔اگر آپ مجھے لکھتے تو میں لکھوا دیتا ۔ لہٰذا تین کتابوں کے ٹائٹل لکھنے کی زحمت دے رہا ہوں:

- ۱۔آج بھی اس دیس میں،
- ۲۔میلاد معصومین،
- ۳۔کلامِ نیرنگ۔ان کا میٹر منسلک ہے۔

اگر یہ کام جلد ہو جائے تو کرم ہوگا۔‘‘

(مکتوب مشفق خواجہ بنام محمد عالم مختار حق مورخہ۳۔جولائی ۱۹۸۲ء،دیکھیے مشفق نامہ ص ۱۳۲)

محمد عالم صاحب سے ملاقاتوں کے دوران
علم ہوا کہ نامور محقق مولانا غلام رسول مہر
سے ان کے بہت قریبی تعلقات رہے اور مہر
صاحب کے خطوط و تحریروں کا بڑا ذخیرہ ان کے
پاس محفوظ ہے جس میں بڑی تعداد میں وہ
خطوط ہیں جو خود محمد عالم صاحب کے نام
ہیں۔ مزید دریافت کرنے پر انہوں نے یہ دلچسپ
اطلاع دی کہ ان کا طویل عرصے تک معمول رہا
کہ جب وہ مہر صاحب سے ملنے جاتے تو ایک
سوالنامہ مہر کی میز پر رکھ دیتے۔ اس دوران
مہر صاحب اپنے علمی کام بھی انجام دیتے رہتے
اور سوالنامے کے جوابات بھی لکھ کر رکھ دیتے۔
یہ سلسلہ طویل عرصے تک چلتا رہا اور یوں مہر
صاحب کے ان جوابی خطوط کا بڑا ذخیرہ جمع
ہو گیا۔ بعد میں محمد عالم صاحب نے ان خطوط
کو ’’گنجینۂ مہر‘‘ کے عنوان سے مرتب کیا ور ئ
مغربی پاکستان اردو اکیڈمی سے دو جلدوں میں
شائع ہوئے۔ محمد عالم صاحب سے مسلسل
ملاقاتوں کے دوران یہ بھی علم ہوا کہ وہ پروف
ریڈنگ کے فن میں بھی بڑی مہارت رکھتے ہیں
اور طویل عرصے سے معروف رسالے ’’نقوش‘‘
کی پروف ریڈنگ اعزازی طور پر کر رہے ہیں۔

یہ بھی علم ہوا کہ مدیر نقوش محمد طفیل مرحوم سے آپ کے قریبی تعلقات تھے اور وہ آپ سے علمی معاملات میں مشورے بھی کرتے اور محمد عالم صاحب کے قیمتی کتب خانے سے استفادہ بھی کرتے تھے۔اس کے علاوہ وہ بہت سے علمی اداروں کے لیے بلا معاوضہ کام کر رہے تھے جس میں مشفق خواجہ صاحب کا ادارہ مکتبہ اسلوب بھی شامل تھا۔اس ادارے اور مشفق خواجہ صاحب کے ذاتی پرچے ’’تخلیقی ادب ‘‘ کے لیے کتابت محمد عالم صاحب ہی کر ا کے کراچی بھیجتے تھے۔

محمد عالم صاحب نے اپنی ذاتی محنت اور کوشش سے اپنے گھر میں بڑا نادر اور بے مثل کتب خانہ بنایا۔ یہ کتب خانہ کیا ہے۔ گویا علم کی ایک ایسی سبیل ہے۔ جس سے وہ گزشتہ نصف صدی سے تشنگانِ علم کو سیراب کر رہے تھے۔ اس کتب خانہ میں کئی کتب مولانا غلام رسول مہر کے کتب خانے کی ہیں جو مولانا مہر نے خود محمد عالم صاحب کو پیش کی تھیں۔ مولانا مہر کے کتب خانے سے عبدالمجید پرویں رقم کی تمام چیزیں بھی اب محمد عالم صاحب کے کتب خانہ کی زینت بن چکی ہیں یہ تمام چیزیں بھی مہر

صاحب نے انهیں دی تهیں۔ ذاتی کتب خانے تو اور
بهی ہونگے لیکن اس کتب خانے کی خاص بات یہ
ہے کہ اس سے فیض اٹهانے والوں کو کبهی محمد
عالم صاحب نے انکار نہیں کیا بلکہ ان کی فیاضی
اور علم دوستی کی یہ نادر مثال ہے کہ وہ خود
اس کتب خانے کی نادر کتابیں، رسائل، نوادر
خطاطی و دیگر چیزیں یہاں آنے والوںکو بخوشی
دکهاتے بهی تهے اور اگر ضرورت ہو تو ان کے
عکس بهی فراہم کرتے تهے۔ان سے ملاقاتوں سے
یہ اندازہ ہوا کہ وہ ان پاک باز انسانوں میں
شامل ہیں جو دوسروں کی مدد کر کے دلی
خوشی محسوس کرتے ہیں۔ ایک مرتبہ راقم
الحروف ان کے ساتھ اسی بے مثل کتب خانے میں
بیٹها تها کہ دوران گفتگو انہوں نے کتب خانے کے
بارے میں عجیب بات سنائی۔ فرمانے لگے کہ
”مجھ سے لوگ پوچهتے ہیں کہ آپ کے بعد اس
کتب خانے کا کیا ہو گا؟“

میں اس سوال کا یہ جواب دیتا ہوں کہ آخر
لوگ انتقال کر کے دنیا سے جاتے ہی رہتے ہیں،
لیکن ان کی زندگی میں کوئی یہ نہیں پوچهتا کہ
آپ کے بعد آپ کے بنگلے کا کیا ہو گا، کوٹهی کا کیا

ہو گا، کار اور دیگر چیزوں کا کیا ہو گا؟ یہ بات کتابوں کے بارے میں ہی کیوں پوچھی جاتی ہے؟

عموماً دیکھا گیا ہے کہ لکھنے پڑھنے والے لوگ دینی فرائض کے معاملے میں سست واقع ہوتے ہیں. لیکن محمد عالم صاحب دینی فرائض پر بڑی سختی اور سنجیدگی سے عمل کرتے تھے۔ وہ محلے کی مسجد میں اعزازی طور پر امامت کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ انہوں نے نصف صدی تک نہ اس مسجد کو چھوڑا اور نہ مسجد نے انہیں چھوڑا، اور انتقال کے بعد بھی آخری آرام گاہ اسی مسجد سے متصل، والدین کے پہلو میں ملی۔ ممکن ہے زندگی میں انھوں نے بھی علامہ اقبال کی طرح یہ دعا کی ہو کہ انہیں آخری آرام گاہ کے لیے مسجد کا سایہ ء دیوار ملے، اور علامہ ہی کی طرح یہ دعا بھی قبول ہوگئی ۔ اس کے علاوہ ماہ رمضان المبارک میں بھی ان کے معمولات میں اضافہ ہوجاتا او ر اپنا وقت خوب عبادات میں صرف کرتے تھے۔لیکن اس سب کے باوجود ان کی دین داری دوسروں کے لیے باعث زحمت نہیں بلکہ ایک طرح سے باعث رحمت تھی۔وہ ان خاصان خدا میں تھے جو دین میں اخلاق کی اہمیت کو سمجھتے ہیں اور زندگی کے

ہر پہلو پر اخلاقی رویے کو ترک نہیں کرتے ہوے نہ تو کبھی اپنی دین داری اور عبادات کا ذکر کرتے اور نہ ہی دوسروں کو تحقیر کی نظر سے دیکھتے تھے۔ ان کی شخصیت میں غرورِ زہد نام کا بھی نہیں تھا، وہی غرورِ زہد جس کے بارے میں علامہ اقبال نے کہاتھا:

غرورِ زہد نے سکھلا دیا ہے واعظ کو

کہ بندگانِ خدا پر زباں دراز کرے.

یہ مختصر مضمون محمد عالم صاحب سے راقم کے ذاتی تعلقات اور چشم دید واقعات پر مبنی ہے ۔ یہاں ان کی علمی اور تحقیقی کارناموں کی تفصیل تحریر کرنا ممکن نہیں۔ البتہ یہاں ہم ان کی مطبوعہ کتب کی ایک مختصر فہرست پیش کرتے ہیں:

۱۔ خطوط مہر

۲۔ اقبالیاتِ مہر

۳۔ گنجینۂ مہر(۲ جلدیں)

۴۔ مشفق من خواجۂ ما

۵۔ مشفق نامہ

۶۔ فکرِ فاروقی

۷۔ مکتوبات ڈاکٹر مختار الدین احمد بنام پیرزادہ اقبال احمد فاروقی

۸۔ نگارشاتِ ڈاکٹر محمد حمید اللہ (۳جلدیں)

محمد عالم صاحب نے ان کے علاوہ کئی اور کتب تصنیف و تالیف کیں۔ان کتب میں راقم کو سب سے زیادہ ’’گنجینۂ مہر ‘‘ پسند ہے۔ یہ کتاب کہنے کو تو مولانا غلام رسول مہر کے خطوط بنام محمد عالم مختا حق صاحب ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ یہ علم و ادب کا نادر خزینہ اپنے اند ر سموئے ہوئے ہیں۔سونے پر سہاگہ مولانا مہر کے خطوط پر محمد عالم صاحب کے قیمتی اور معلومات افزا حواشی ہیں۔محمد عالم صاحب کا دور آخر کا اہم کارنامہ عالم اسلا م کے نامور محقق اور عالم ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کی منتشر تحریروں کی ’’نگارشات ڈاکٹر محمد حمید اللہ ‘‘ کے عنوان سے تین جلدوں میں جمع آوری اور ترتیب ہے۔یہ کام انہوں نے جس محنت اور دل سوزی سے کیا راقم اس کا گواہ

ہے۔ان کتب کے حوالے سے اکثر راقم سے فون پر
گفتگو کرتے اور ڈاکٹر محمد حمید اللہ مرحوم کی
تحریروں کے حصول کے لیے کوشاں رہتے۔الحمد
للہ ان کتب میں شامل ڈاکٹر صاحب کی کئی
تحریریں راقم کی فراہم کردہ ہیں جس کا ذکر
بڑی محبت سے کتابوں میں کرتے۔ان کی بڑی
خواہش تھی کہ اس سلسلے کی چوتھی جلد بھی
مرتب کریں لیکن اس بات پر افسوس کا اظہار
فرماتے کہ مزید تحریریں دستیاب نہیں ہورہیں۔
زندگی کے آخری ایّام میں فون پر اکثر اس
موضوع پر ضرور گفتگو فرماتے اور مشورے بھی
کرتے۔

ایک اور اہم موضوع جس پر وہ گزشتہ
ساٹھ برسوں سے محنت کر رہے تھے وہ ہے
نوادر عبدالمجید پرویں رقم پر مشتمل کتاب کی
اشاعت۔وہ دل سے خواہش مند تھے کہ یہ کتاب
جلد از جلد شایع ہوجائے کیونکہ پوری دنیا میں
عبدالمجید پرویں رقم کی خطاطی کے نمونوں کی
سب سے بڑا ذخیرہ انھوں نے ہی جمع کر لیا تھا۔
کچھ ہی عرصہ قبل جب سیّد نفیس الحسینی
(سیّد نفیس رقم)کے حالات زندگی اور نوادر
خطاطی پر جب راقم کی کتاب ’’ارمغانِ نفیس‘‘

کی ابتدائی کاپیاں پریس سے آئیں تو کتاب کا
نسخہ محمد عالم صاحب کی خدمت میںبھی
روانہ کیا ۔حسب عادت انھوں نے فون پر اس کی
اطلاع دی اور بلند الفاظ میں راقم کی محنت کی
داد دی۔اس کے بعد ہی انھوں نے اپنے ایک صاحب
زادے کی ذمے داری لگائی کہ نوادر پرویں رقم کی
باری باری اسکییننگ کریں۔اس کے بعد ان کا
پروگرام تھا کہ ان نوادر کو کتابی شکل میں
شایع کیا جائے۔محمد عالم صاحب تو اب اس دنیا
سے جا چکے لیکن قوی امید ہے کہ ان کے لائق
فرزند خصوصاً محبوب عالم صاحب (جو گزشتہ
تقریباً چالیس برسوں سے ان کے مشیر و معاون
علمی بھی تھے)ان کی اس خواہش کی تکمیل کا
سامان کریں گے۔

محمد عالم مختار حق جیسے بزرگوں کے
انتقال کے بعد یہ خیال اکثر آیا کہ یوں تووطن
ِعزیز پاکستان میں شہروں کی آبادی بڑی تیزی
سے بڑھ رہی ہے لیکن علمی اور تحقیق ذوق
رکھنے والے اورنو واردان علم و تحقیق کی حوصلہ
افزائی کرنے والے اور ان کی ہرممکن مدد کرنے
والے اتنے بھی نہیں کہ ہاتھ کی انگلیوں سے
شمارکیے جاسکیں۔ محمد عالم مختار حق صاحب

کی وفات راقم کا ذاتی صدمہ ہے۔ پہلے جب بھی ہم لاہور جاتے تھے تو یہی طے کر کے جاتے تھے کہ لاہور میں خواہ قیام مختصر ہو یا طویل، دو بزرگوں کی خدمت میں حاضر اور ان سے ملاقات ضرور کریں گے ۔ ان میں پہلے بزرگ یعنی سیّد نفیس الحسینی ؒ مورخہ ۵ فروری ۲۰۰۸ء کو دنیا سے کوچ کر گئے، اور اب محمد عالم مختار حق صاحب بھی چلے گئے۔ اب بھی لاہور میں بزرگوں اور احباب کی کمی نہیں لیکن ان بزرگوں کی کمی کوئی پوری نہیں کرسکتا ۔ ساتھ ہی جب ان کی یاد آتی ہے تو بے اختیار ناصر کاظمی کے درج ذیل اشعار یاد آجاتے ہیں:

بول اے مرے دیار کی سوئی ہوئی زمیں

میں جن کو ڈھونڈتا ہوں کہاں ہیں وہ آدمی

میٹھے تھے جن کے پھل وہ شجر کٹ کٹا گئے

ٹھنڈی تھی جس کی چھاؤں وہ دیوار گِر گئی

وہ شاعروں کا شہر وہ لاہور بجھ گیا

اُگتے تھے جس میں شعر وہ کھیتی ہی جل گئی

دعائے اللہ تعالیٰ محمد عالم مختار حق صاحب کو اعلیٰ علییّن میں جگہ عطا فرمائے اور ہمیں ان کی نیکیوں کو اختیار کرنے کی توفیق عطا فرمائے ۔آمین